جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر
مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

تراویح کے مسائل

تالیف

مفتی محمد صاحب

پیشکش: ابوزبیر
[inbox0313@yahoo.com]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تراویح کے مسائل

مسجد سے باہر تراویح کی جماعت:

سوال: نماز تراویح مسجد چھوڑ کر مکان یا دوسری جگہ حافظ مقرر کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (اجمل خان۔کراچی)

جواب: فرائض مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کر کے صرف تراویح کی جماعت دوسری جگہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد میں بھی تراویح کی جماعت ہو، اگر محلّہ کی کسی مسجد میں بھی تراویح کی جماعت نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے۔

فی الهندية : " ولو ترك أهل المسجد كلهم الجماعة فقد أساء وا وأثموا ...... وبهذا تبين أنه إذا كان لا يختم فی مسجد حيه، له أن يترك مسجد حيه ويطوف ".
(١/١١٦)

مسافر، مریض اور عورت کے لئے تراویح کا حکم:

سوال: مسافر، مریض اور عورت اگر تراویح پڑھ لیں تو کوئی کراہت تو نہیں؟ (محمد اصغر۔ مظفر آباد)

جواب: تراویح مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے، اس لئے خواتین کو اپنے گھروں میں انفرادی طور پر تراویح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ مسافر اور مریض کو اگر تراویح پڑھنے میں کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے۔

" التراويح سنة مؤكدة ...... للرجال والنساء ." (درمختار : ٢/٤٣)

عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شریک ہونا یا خود جماعت کروانا:

سوال: بعض جگہ مساجد میں عورتوں کے لئے علیحدہ جگہ کا انتظام ہوتا ہے اور وہ مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی ہیں۔اسی طرح بعض لڑکیاں حافظہ ہوتی ہیں وہ گھر میں تراویح پڑھاتی ہیں، گھر کی اور پڑوس کی خواتین بھی اس جماعت میں شریک ہوتی ہیں، حافظہ لڑکیوں کا کہنا ہے کہ اس کے بغیر قرآن بھول جانے کا اندیشہ ہے۔کیا شریعت کی رو سے عورتوں کا علیحدہ جماعت کروانا یا مردوں کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے؟ (متعدد سائلین)

جواب: جائز نہیں، جب فرض نماز کے لئے عورتوں کا مسجد کی جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں تو تراویح کے لئے کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ عورت کی سب سے افضل نماز حدیث کی رو سے وہ ہے جو وہ گھر کے تاریک تر کمرے میں اداء کرے۔

اسی طرح عورتوں کا گھروں میں علیحدہ جماعت کروانا بھی مکروہ ہے، نیز خواتین کا تراویح پڑھنے کے لئے گھروں سے نکلنا ضرورت میں داخل نہیں اور بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں، علاوہ ازیں عموماً عورتوں کی آواز گھر کے اندر یا باہر اجنبی اور غیر محرم مردوں تک پہنچتی ہے جس سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے خواتین کو اس سے سخت اجتناب لازم ہے۔نیز سرپستوں پر فرض ہے کہ وہ انہیں اس منکر سے سختی سے منع کریں، ورنہ وہ بھی گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔

قانونِ شریعت کو توڑ کر اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے قرآن پختہ کرنا کون سی خوبی کی بات ہے؟ قرآن پڑھنے اور یاد کرنے سے تو مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل کیا جائے، اگر عمل کرنے کے لئے آمادہ نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے پڑھانے اور حافظہ بننے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصد ہی نہیں، مقصد لوگوں سے واہ واہ سننا یا اور کچھ ہے۔

حافظہ لڑکیوں کو چاہیئے کہ پورا سال تلاوت و منزل کا اہتمام کریں، قرآن پختہ رہے گا،

قرآن کی پختگی کا بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کریں۔

”ویکرہ تحریما جماعة النساء، ولو التراویح، فی غیر صلاة الجنازة .“ وفی الحاشیة : ”أفاد أن الکراھة فی کل ما تشرع فیه جماعة الرجال فرضا أو نفلا .“

(ردالمحتار مع الدر : ۱/ ۵٦۵)

تراویح میں قعدہ بھول کر تیسری، چوتھی رکعت بھی ملالی:

سوال: تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا اور سہواً تیسری چوتھی رکعت بھی پڑھ لی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر صحیح ہوگئی تو چاروں رکعات یا کہ دو؟ اگر دو ہوئیں تو پہلی دو ہوئیں یا آخری؟ (خالد اقبال۔کراچی)

جواب: اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے، اگر سجدہ سہو کرلیا تو اس میں دو قول ہیں، پہلا راجح قول یہ کہ دوسری دو رکعات تراویح کی ہوگئیں اور پہلی دو نفل ہوگئیں، لہٰذا پہلی دو رکعات اور ان میں جو قرآن پڑھا گیا اسے دہرانا ضروری ہے۔

دوسرا قول فقیہ أبو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کا ہے کہ چاروں رکعتیں صحیح ہوگئیں، دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جب پہلی دو رکعتوں میں قرآن کی تلاوت زیادہ مقدار میں ہوئی ہو اور اس کو دہرانے میں لوگ بوجھ محسوس کررہے ہوں تو اس دوسرے قول پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو چاروں رکعات اور ان میں پڑھا گیا قرآن دہرانا ضروری ہے۔

فی الھندیة : ”وفی الفتاویٰ : ولو صلی أربعا بتسلیمة ولم یقعد فی الثانیة ففی الاستحسان لا تفسد وھو أظھر الروایتین عن أبی حنیفة وأبی یوسف رحمھما اللّٰه تعالیٰ، وإذا لم تفسد، قال محمد بن الفضل تنوب الأربع عن تسلیمة واحدة وھو الصحیح .“

(۱/ ۱۱۸)

فی الخانیة : ” إذا صلی الإمام أربع رکعات بتسلیمة واحدة ولم یقعد فی الثانیة، فی القیاس تفسد صلاته، وھو قول محمد و زفر رحمھما اللّٰہ تعالیٰ …… وفی الاستحسان وھو أظھر الروایتین عن أبی حنیفة وأبی یوسف رحمھما اللّٰہ تعالیٰ لا تفسد، وإذا لم تفسد، اختلفوا فی قول أبی حنیفة وأبی یوسف أنھا تنوب عن تسلیمة أو تسلیمتین؟ قال الفقیه أبو اللیث رحمه اللّٰہ تعالیٰ: تنوب عن تسلیمتین ……“ (۱/ ۲۳۹ ـ ۲۴۰)

دوسری رکعت پر قعدہ کیا سلام نہیں پھیرا:

سوال: زید تراویح کی دوسری رکعت پر بیٹھ کر سہواً اٹھ گیا اور چار رکعت پوری کرلیں تو تراویح کی دو رکعت ہوں گی یا چار رکعت؟ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ (عامر خان۔ سرگودھا)

جواب: اگر دو رکعت پر بیٹھ کر تشہد پڑھ لیا پھر کھڑا ہوا تو چار رکعت ہوگئیں، سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔

فی الھندیة : ” وإن قعد فی الثانیة قدر التشھد، اختلفوا فیه، فعلیٰ قول العامة یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھکذا فی فتاویٰ قاضیخان .“ (۱/ ۱۱۸)

ایک قعدہ سے تین رکعات تراویح:

سوال: امام تراویح کی دوسری رکعت پر بغیر قعدہ کئے سہواً کھڑا ہوگیا، تین رکعتیں پڑھ کر سجدہ سہو کرلیا تو دو رکعتیں صحیح ہوں گی یا نہیں؟ (محمد الطاف۔ راولپنڈی)

جواب: راجح قول کے مطابق صحیح نہیں ہوں گی، قعدہ اولیٰ عمداً چھوڑ دیا ہو یا سہواً، لہٰذا ان دو رکعتوں کا دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔

فی الخانیة : ” وإن صلی ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة، فھو علی وجھین: إما أن قعد فی الثانیة أو لم یقعد، فإن قعد جاز عن تسلیمة واحدة ویجب علیه قضاء

ركعتين، لأنه شرع فى الشفع الثانى بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثانى بترك الرابعة كان عليه قضاء ركعتين وإن لم يقعد فى الثانية ساهياً أو عامداً ...... وأما فى الاستحسان، فهل تفسد صلاته ...... قال بعضهم تفسد ولا يجزئ عن شئ ...... وجه قول من قال: إنه لا يجوز عن شئ وهو الصحيح انه ترك القعدة المشروعة وهى القعدة على رأس الثانية والقعدة على رأس الثالثة غير مشروعة فى التطوع فصار كانه لم يقعد اصلاً......"

(١/٢٤٠ ـ ٢٤١)

نابالغ سامع کو صف اول میں کھڑا کرنا:

سوال: تراویح کی جماعت میں بعض جگہ سامع نابالغ بچہ ہوتا ہے اور سامع کو صف اول میں کھڑا ہونا ضروری ہوتا ہے، کیا اس صورت میں نابالغ کو صف اول میں کھڑا کرنا جائز ہے؟

(عطاءاللہ۔لاہور)

جواب: نابالغ بلاضرورت بھی بالغین کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، ضرورت مذکورہ سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ٣/٥١٧)

فرض پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت صحیح نہیں:

سوال: زید ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وتر کی جماعت کھڑی تھی تو زید وضو کر کے وتر کی جماعت میں شریک ہوجائے یا عشاء کی نماز اور تراویح اداء کرے؟

جواب: پہلے فرض پڑھے، اس کے بعد وتر کی جماعت مل جائے تو شریک ہوجائے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔

فى الهندية : " إذا فاتته ترويحة أوتر ويحتان، فلو اشتغل بها يفوته الوتر

بالجماعة، يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته من التراويح ." (١١٧/١)

قرآن دیکھ کرلقمہ دینا مفسد ہے:

سوال: حافظ کو تراویح میں قرآن دیکھ کرلقمہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (کامران۔کراچی)

جواب: قرآن میں دیکھ کرلقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

" ووجهه : أن المؤتم لما تلقن من خارج، بطلت صلاته، فإذا فتح على إمامه و أخذ منه، بطلت صلاته ." (ردالمحتار : ٦٢٢/١)

رمضان میں قضاء نماز اور ایک غلط عقیدہ:

سوال: بعض لوگ جمعۃ الوداع کو جماعت کے ساتھ قضاء نماز پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کی فوت شدہ نمازوں کے لئے کافی ہے، اسے قضاء عمری کہتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ رمضان میں اس نیت سے فوت شدہ نمازیں قضاء پڑھتے ہیں کہ ایک نماز پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی ہو جائے گی، کیونکہ مشہور ہے کہ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملتا ہے۔ شرعاً یہ عقیدہ وعمل کیسا ہے؟ (فرمان اللہ۔پشاور)

جواب: یہ دونوں عقیدے غلط ہیں، قضاء عمری کو فقہاء نے بدعت قرار دیا ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اسی طرح ایک نماز قضاء پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی کا بھی شرعاً کوئی ثبوت نہیں، جتنی نمازیں فوت ہوئیں ان سب کی قضاء فرض ہے، خواہ رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں۔

ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملنے کا ایک حدیث میں ذکر ہے، مگر وہ حدیث ضعیف ہے اور فضائل میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے۔ اگر حدیث کو قابل استدلال تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ رمضان میں ادا کئے جانے والے

اعمال صالحہ کے بارے میں ہے اور قضاء نمازیں پڑھنا تو قرض کی ادائیگی کی طرح ہے، کیا رمضان میں کسی کا ایک ہزار روپے قرض اداء کرنے سے وہ ستر ہزار اداء کرنے کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟ غرض اس حدیث سے ایک قضاء نماز پڑھ کر ستر نمازوں کے اداء ہو جانے کا ثبوت قطعاً نہیں ملتا۔ نیز مروجہ قضاء عمری میں بدعت ہونے کے علاوہ بھی بہت سے مفاسد ہیں مثلاً لوگ اسے اس عقیدہ کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس سے عمر بھر یا کم از کم ایک سال کی فوت شدہ نمازیں قضاء ہو کر ان سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے اور یہ عقیدہ بتصریح فقہاء موجبِ کفر ہے۔

فی الهندية : " رجل يصلي في رمضان لا غير، ويقول اين خود بسيار است أو يقول صلاة في رمضان تعدل سبعين صلاة يكفر ." (بزازيه على الهندية : ٦/٣٤١)

اسی طرح قضاء نماز اس طرح پڑھنا کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ قضاء نماز پڑھی جا رہی ہے مکروہ تحریمی ہے، خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔

" لأن التأخير معصية فلا يظهرها وفي الحاشية ويظهر من التعليل أن المكروه قضاء ها مع الإطلاع عليها ولو في غير المسجد ." (ردالمحتار مع الدر : ١/٣٩١)

قال العلي القاري رحمه الله تعالىٰ : " حديث من قضىٰ صلوٰة من الفرائض في آخر جمعة من رمضان كان جابراً لكل صلوٰة فائتة في عمره إلى سبعين سنة ." باطل قطعا، لأنه مناقض للإجماع . على أن شيئاً من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات ." (الموضوعات الكبير ، رقم : ٩٥٣ ، صـ ٢٤٢ ، حرف الميم)

وہیل چیئر پر بیٹھ کر امامت:

سوال: ایسے معذور قاری کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے جو سجدہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتا

ہواور وہیل چیئر (کرسی) پر بیٹھ کر اشارے سے سجدہ کرتا ہو؟ (محمد جہانگیر خلیل۔پشاور)

جواب: ایسے معذور کے پیچھے نماز درست نہیں۔

فی الدر: ”ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنهما.“ (۵۷۹/۱)

پندرہ سالہ لڑکے کے پیچھے تراویح درست ہے:

سوال: ایک حافظ جس کی عمر پندرہ سال چار ماہ ہے اور وہ خود کو بالغ کہتا ہے، لیکن بلوغ کی ظاہری علامات اس پر دکھائی نہیں دیتیں، کیا ایسے حافظ کے پیچھے تراویح جائز ہے؟ اس کے والد نے جواز کا فتویٰ بھی لیا ہے، مگر ایک اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سن بلوغ سترہ سال ہے۔ یہ ابھی بالغ نہیں ہے۔ برائے کرم ہماری تشویش کو دور فرمائیں۔

(محمد اصغر، عزیز احمد وغیرہ۔تونسہ شریف)

جواب: سنِ بلوغ ۱۵ سال ہے، ظاہری علامات کا اعتبار نہیں ہے، پھر جب وہ خود بلوغ کا اقرار کرتا ہے تو شک کی کوئی وجہ نہیں۔

”وسن البلوغ علی المفتیٰ به خمس عشرة سنة فی الجارية والغلام، كما سيأتی فی محله.“ (رد المحتار: ۱۶۸/۱)

لہٰذا اس حافظ کے پیچھے بلاتشویش تراویح پڑھتے رہیں۔

تراویح آٹھ رکعت یا بیس رکعت:

سوال: بعض لوگ آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں، کیا اس کا حدیث سے کوئی ثبوت ہے؟ (حافظ محمد طاہر۔باغ آزاد کشمیر)

جواب: آٹھ رکعت کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، ائمہ اربعہ اور تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا چودہ سو سال سے بیس رکعت تراویح پر اجماع اور مسلسل تعامل چلا آ رہا ہے۔

فی الدر : ” وھی عشرون رکعة ...... بعشر تسلیمات .“ وفی الحاشیة : ” ھو قول الجمھور، وعلیه عمل الناس شرقا وغربا .“

(ردالمحتار مع الدر : ۲/ ۴۵ ، أحسن الفتاویٰ : ۳/ ۵۲۷)

تراویح پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت:

سوال: بکر ایسے وقت میں آیا کہ تراویح کی جماعت اختتام پر تھی، بکر نے فرض وسنن مؤکدہ اداء کیں تو تراویح کی جماعت ختم ہوکر وتر کی جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا بکر وتر کی جماعت میں شریک ہوجائے یا اپنی تراویح پڑھے، اگر کچھ تراویح رہ گئی ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟ (خالد حسین۔ مری)

جواب: دونوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔

فی الھندیة : ” وإذا فاتته ترویحة أو ترویحتان، فلو اشتغل بھا یفوته الوتر بالجماعة، یشتغل بالوتر ثم یصلی مافاته من التراویح وبه کان یفتی الإمام ظھیر الدین .“ (۱/ ۱۱۷)

دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ کا حکم:

سوال: تراویح میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ کا کیا حکم ہے؟ جہراً پڑھی جائے یا سراً یا بالکل ترک کردی جائے؟ جیسا کہ بعض ایسا کرتے ہیں، نیز فرائض میں تسمیہ بین السورتین کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرائض وتراویح دونوں میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا افضل ہے، مگر قراءۃ خواہ جہریہ ہو یا سریہ، بہرکیف بسم اللہ آہستہ پڑھے، اس میں جہر خلاف سنت ہے۔ چونکہ تسمیہ قرآن کریم کا جزء ہے اس لئے تراویح میں کسی بھی ایک سورۃ کے ساتھ بلند آواز سے ضرور

پڑھے تاکہ مقتدیوں کا قرآن مکمل ہوجائے۔

فی الشامیة : " وذکر فی المحیط : المختار قول محمد، وهو أن یسمی قبل الفاتحة وقبل کل سورة فی کل رکعة ."

وقال : " وقال محمد تسن إن خافت، لا إن جهر ." (ردالمحتار : ١/ ٤٩٠)

شبینہ کا حکم:

سوال: گذشتہ چندسال سے یہ طریقہ رائج ہے کہ تراویح پڑھانے والا بارہ رکعت کے بعد مصلی چھوڑ دیتا ہے اور بقیہ آٹھ تراویح امام صاحب پڑھاتے ہیں، کچھ مقتدی بھی حافظ کے ساتھ تراویح چھوڑ دیتے ہیں اور وتر کی جماعت کے بعد حافظ صاحب اپنی بقیہ آٹھ رکعت تراویح شروع کرتے ہیں تو دوسرے بہت سے مقتدی بھی ان کے ساتھ نوافل کی نیت سے نماز میں شریک ہوجاتے ہیں، شبینہ تقریباً دواڑھائی بجے تک رہتا ہے، اس کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا خاص انتظام ہوتا ہے، بعض حضرات کو متوجہ کیا گیا کہ چندآدمیوں کے لئے لاؤڈاسپیکر کا استعمال سوائے نمائش کے کچھ بھی نہیں تو انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ گانا بجانا عام ہے، جگہ جگہ ریکارڈنگ ہوتی ہے، تو ہم کیوں لاؤڈاسپیکر استعمال نہ کریں؟ اس کا شرعاً حکم کیا ہے؟

جواب: اس قسم کے متعارف شبینہ میں کئی قبائح ہیں، مثلاً:

(١) نوافل کی جماعت۔

اگر حافظ اور کچھ مقتدی تراویح پڑھ رہے ہوں تو یہ خرابی اگر چہ نہ ہوگی مگر مندرجہ ذیل قباحتیں تو بہرحال ہیں۔

(٢) لاؤڈاسپیکر کی وجہ سے اہل محلّہ کے کام، آرام اور عبادات میں خلل۔

(٣) نام ونمود۔

(٤) بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے رہنا، جو جماعت اور قرآن کے

احترام کے خلاف ہے۔

(۵) ضرورت سے زیادہ روشنی اور مٹھائی وغیرہ کا التزام۔

(٦) اس غلط رسم کے لئے چندہ کرنا، جبکہ بعض لوگ بغیر طیب خاطر کے محض مروت میں چندہ دیتے ہیں، جس کا استعمال حرام ہے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جن کی بناء پر مروّجہ شبینہ جائز نہیں۔

(أحسن الفتاوی : ۳/ ۵۲۱)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تراویح کن لوگوں کے پیچھے جائز نہیں

قاری اور سامع کو کچھ لینا دینا حرام اور ایسے قاری کے پیچھے تراویح ناجائز ہے:

سوال: رمضان میں ختم قرآن پر قاری اور سامع اگر کچھ معاوضہ طے نہ کریں، ویسے ہی اہل مسجد ان کی کچھ خدمت کردیں یا کپڑوں کا جوڑا بنادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اجرت طے کرنے کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں، ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اجرت کا گناہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاری اور سامع بھی اللہ واسطے کام کرتے ہیں اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کی خدمت کرتے ہیں، معاوضہ مقصود نہیں، ایسے حیلہ بازوں کی نیت معلوم کرنے کے لئے بعض علماء کرام نے یہ امتحان رکھا ہے کہ اگر قاری اور سامع کو کچھ بھی نہ ملے تو وہ آیندہ بھی اس مسجد میں خدمت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اہل مسجد کا امتحان یہ ہے کہ اگر یہ قاری اور سامع ان کی مسجد میں نہ آئیں تو بھی یہ لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں یا نہیں؟ اب دور حاضر کے لوگوں کو اس کسوٹی پر لائیے، قاری اور سامع کو اگر

کسی مسجد سے کچھ نہ ملا تو عموماً آیندہ وہ اس مسجد کی طرف رخ بھی نہیں کریں گے اور اہل مسجد کا یہ حال ہے کہ جس قاری یا سامع نے ان کی مسجد میں کام نہیں کیا وہ خواہ کتنا ہی محتاج ہو، عموماً ان کو اس کی زبوں حالی پر قطعاً کوئی رحم نہیں آتا، اس سے ثابت ہوا کہ جانبین کی نیت معاوضہ کی ہے اور للّٰہیت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، لہٰذا اس طرح سننے اور سنانے والے سب سخت گنہگار اور فاسق ہیں اور ایسے قاری کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

فرائض میں فاسق کی امامت کا یہ حکم ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے، جماعت ترک نہ کی جائے، مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء میں جائز نہیں، اگر صالح حافظ نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائیں، اگر محلّہ کی مسجد میں ایسا حافظ تراویح پڑھائے تو فرض مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے تراویح الگ مکان میں جماعت سے پڑھیں۔

" لأن الجماعة فی التروایح سنة کفایة، و مستحبة علی الأعیان، وفی المسجد أفضل فقط . کما فی الهندیة و نفسی التراویح سنة علی الاعیان عندنا ...... وقیل تسخب والاول اصح والجماعة فیها سنة علی الکفایة ...... وهو الصحیح ."

(الهندیة : ۱/۱۱٦)

بالفرض کسی قاری کا مقصود معاوضہ نہ ہو تو بھی لین دین کے عرف کی وجہ سے اس کی توقع ہوگی اور کچھ نہ ملنے پر افسوس ہوگا، یہ اشراف نفس ہے جو حرام ہے۔

اگر کسی قاری کو اشرافِ نفس سے بھی پاک تصور کر لیا جائے تو بھی اس لین دین میں عام مروّج فعل حرام سے مشابہت اور اس کی تائید ہوتی ہے، علاوہ ازیں دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس لئے بہرکیف اس سے کلی اجتناب واجب ہے۔

" فالحاصل : أن ما شاع فی زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة، لا یجوز لأن فیه

الأمر بالقراءة، والثواب للآمر والقراءة لأجل المال ...... ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلىٰ جمع الدنيا ...... وذلك (الاستيجار على القرآن) باطل ولم يفعل ذلك أحد من الخلفاء ...... لأنه لم ينقل من أحد من الأئمة الإذن في ذلك، و قد قال العلماء: إن القارئ إذا قرء لاجل المال، فلا ثواب له ."

(إمداد الفتاوىٰ : ۱/ ۳۱۵ ـ ۳۲۲ ، ردالمحتار : ۵۶/٦ ـ ۵۷)

تراویح کی اُجرت کے عدم جواز پر اشکال کا جواب:

سوال: حافظ قرآن کو تراویح میں قرآن سنانے اور سامع کو سننے کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو امامت وخطابت اور تدریس پر اجرت لینا کیوں جائز ہے؟ یہ بھی تو دین کے کام ہیں۔ (محمد عیسیٰ سعید۔بٹگرام، ظفر محمد۔جہلم)

جواب: تراویح کی اجرت ناجائز اور امامت وخطابت اور تدریس کی اجرت جائز ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی حفاظت فرض ہے اور دین کی حفاظت اور بقاء امامت وخطابت اور درس و تدریس پر موقوف ہے، اگر ان امور پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا جائے تو بیت المال کا نظام (جو ان شعبوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے علماء وائمہ کی کفالت کا ضامن ہوا کرتا تھا) نہ ہونے کی وجہ سے سب اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے ذرائع معاش اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے اور ان خدمات کے لئے افراد کا ملنا مشکل بلکہ محال ہوجائے گا، نتیجۃً مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی سے تمام احکام شرعیہ رفتہ رفتہ مٹ جائیں گے۔ اس لئے بیت المال کا نظام درہم برہم ہوجانے کے بعد متأخرین فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان امور دینیہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

جبکہ تراویح میں قرآن سنانے پر دین کی حفاظت و بقاء موقوف نہیں، نیز رمضان سال میں

صرف ایک بار آتا ہے، حافظ قرآن کا کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش یا درس وتدریس کا سلسلہ ہوتا ہے، جس سے وہ پورا سال گزر بسر کرتا ہے، اس کی معاش اسی ایک ماہ کی اجرت پر موقوف نہیں ہوتی، اس لئے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت جائز نہیں، لینے اور دینے والے دونوں فریق گنہگار ہوں گے۔

اگر کسی امام وخطیب یا مدرس کو معاشی تنگی کا سامنا ہے اور تنخواہ سے اس کا گزارا مشکل ہے تو اہل محلّہ کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تنخواہ میں بقدر ضرورت اضافہ کریں تاکہ وہ فراغت اور دلجمعی سے دینی خدمات سرانجام دے سکے، یہ مسلمانوں کی دنیوی اور جسمانی ضروریات سے زیادہ بڑی اور اہم ضرورت ہے کہ علماء وائمہ اور حفاظ وقراء کو معاشی ضرورتوں سے بےفکر کرکے انہیں خدمات دینیہ کے لئے فارغ رکھیں، اسی میں عوام اور ان کی آئندہ نسلوں کے دین کی حفاظت ہے۔

علماء وائمہ کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پر قناعت کریں اور اخلاص واستغناء سے اصول شرعیہ کے مطابق خدمت دین میں مشغول رہیں، اللہ تعالیٰ خود ان کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا غیب سے انتظام فرمائیں گے اور عزت سے کھلائیں گے۔

حفاظ کرام چند ٹکوں کی خاطر للہ قرآن سنانے کے اجر عظیم سے خود کو کیوں محروم کرتے ہیں؟

حدیث میں ہے:

(اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به)

ترجمہ: قرآن پڑھو اور اسے کسب کا ذریعہ نہ بناؤ۔

عالم اسلام کے مایہ ناز فقیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”ردالمحتار“ میں تحریر فرماتے ہیں:

ويمـن القاري للدنيا والآخذ والمعطي أثمان …… والماخوذ منها حرام للآخذ وهو عاصي بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا اهـ . (رد المحتار : ٦/٥٥ ـ ٥٧)

یعنی دنیا کی کسی چیز کی خاطر قرآن کی تلاوت نا جائز ہے، لینے اور دینے والا دونوں یقیناً گنہگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مرضی کے مطابق خدمت دین کی توفیق عطاء فرمائیں۔

ڈاڑھی کٹانے والے کے پیچھے تراویح جائز نہیں:

سوال: زید امام مسجد ہے، وہ اپنی ڈاڑھی کو کبھی مشین سے خشخشی کراتا ہے اور کبھی قینچی سے کتراتا ہے، یعنی اس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہے، اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آپ ایک مشت یا اس سے زیادہ کیوں نہیں رکھتے تو جواب دیتا ہے کہ ڈاڑھی کا صرف منہ پر آنا ضروری ہے، ایک مشت یا اس سے زیادہ رکھنا ضروری نہیں، زید کے اس جواب کی شرعی نوعیت کیا ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

بکر حافظ قرآن اور خوش الحان ہے اور وہ بھی اپنی ڈاڑھی کتراتا ہے، اس کی ڈاڑھی زید کی طرح ہے، صورت وسیرت میں متبع شریعت حفاظ بآسانی مل سکتے ہیں، اگر کسی مسجد کی انتظامیہ کے کچھ ارکان بکر کو تراویح میں قرآن سنانے کے لئے مقرر کردیں تو حافظ مذکور کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر یا ممبر پابندِ شریعت حافظ کی جگہ بکر جیسے کا تقرر کریں جب کہ ان کو مسئلہ بھی بتا دیا جائے تو ایسے ارکان کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ ایسے حافظ یا ائمہ جو ڈاڑھی مشت سے کم رکھ کر تراویح یا پنجگانہ نماز کے امام بن جاتے ہیں، ان کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ مساجد ومدارس عربیہ کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر یا متولی یا مہتمم کا صورت وسیرت میں حتی الوسع متبع شریعت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ ﴿وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ [سورۃ الانفال: آیت: ۳٤] کا مفہوم کیا ہوگا؟

جواب: ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے بلکہ شریعت کی علانیہ بغاوت ہونے کی وجہ سے دوسرے کبائر سے بھی شدید گناہ ہے، لہٰذا زید فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز

پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، متبع شریعت حافظ نہ ملے تو بھی فاسق کو تراویح کا امام بنانا جائز نہیں، فرائض میں صالح امام میسر نہ ہو تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ اس کے پیچھے فرض نماز پڑھ لے مگر تراویح میں فاسق کی اقتداء کسی صورت میں بھی جائز نہیں، صالح حافظ نہ ملنے کی صورت میں تراویح چھوٹی سورتوں سے پڑھی جائے، اگر ڈاڑھی کٹانے والے کو مسجد کی منتظمہ متعین کر دے تو بھی اس کی اقتداء میں تراویح پڑھنا جائز نہیں، ایسے ارکان جو مسئلہ کا علم ہونے کے بعد بھی فاسق کو امام متعین کرنے پر بضد ہوں، خود فاسق ہیں، اہل محلّہ پر فرض ہے کہ ایسے بے دین ارکان کو مسجد کی مجلس منتظمہ سے فوراً برطرف کر دیں، یہ لوگ اس منصب کے اہل نہیں، اگر اہل محلّہ کو اس پر قدرت نہیں تو حکومت پر فرض ہے کہ ان کو اس مقدس منصب سے برطرف کرے اور ان کو مناسب سزا دے۔

مساجد اور مدارس عربیہ کے کارکنوں کو ظاہراً اور باطناً متبع شریعت ہونا ضروری ہے، اگر کوئی رکن متبع شریعت نہیں تو وہ بھی واجب العزل ہے۔

فی شرح المسلم للنووي : " وأما أوفوا (الوارد فی شان اللحی) بمعنی أعفوا، أی اترکوها وافیة کاملة، لا تنقصوها ." (۱۲۹/۱)

وفی بذل المجهود : " وقص اللحیة من سنن الأعاجم، وهو الیوم شعار کثیر من المشرکین والإفرنج والهنود ومن لا خلاق له فی الدین ...... وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیته ." (۳۳/۱)

وفی الهندیة : " الصالح للنظر، من لم یسأل الولایة للوقف، ولیس فیه فسق یعرف، وفی الاستیعاب: لا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه ." (۴۰۸/۳)

داڑھی کی مقدار و احکام کے متعلق مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "اسلام میں داڑھی کا مقام" ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کے بعد ڈاڑھی پوری ہونے سے پہلے امامت:

سوال: ایک حافظ صاحب کو تراویح کے لئے امام مقرر کیا گیا، جن کی ڈاڑھی ایک مشت سے بہت چھوٹی تھی، حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلی ہے۔ ایک مقتدر مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے تحریری فتویٰ ارسال فرمایا کہ حافظ صاحب آیندہ ڈاڑھی نہ کٹانے کا عہد کرنے کے بعد بھی جب تک ان کی ڈاڑھی ایک مشت تک نہ پہنچے، تراویح کی امامت کے شرعاً اہل نہیں۔ حافظ صاحب کے متعلقین نے جواز کی کوشش میں ایک دوسرے مولوی صاحب سے رجوع کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ حافظ صاحب نے توبہ کرلی ہے اور توبہ سے کبائر بھی معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا اب اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں، اس بناء پر مقتدیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور کچھ لوگ اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مساجد میں چلے گئے ہیں۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ دونوں مولوی صاحبان میں سے کس کا فتویٰ صحیح ہے؟ (ابن عبدالغفار۔ چنیوٹ، محمد عثمان پٹھان۔ گھوٹکی)

جواب: توبہ کے باوجود ڈاڑھی پوری ہونے سے پہلے ایسے شخص کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے:

(۱) اس پر تا حال اثرِ صلاح نمایاں نہیں ہوا، یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آیندہ اس کبیرہ سے اجتناب کا اہتمام کرے گا یا نہیں، بہت سے حفاظ کی عادت ہے کہ وہ صرف رمضان میں قرآن سنانے کے لئے ڈاڑھی رکھتے ہیں، رمضان کے بعد پھر منڈا دیتے ہیں یا کٹوا دیتے ہیں، جیسا کہ اختصار کردہ استفتاء کی تفصیل سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

(۲) جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے، اس سے نمازیوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہوگا، جیسا کہ سوال میں بھی مذکور ہے۔

لہٰذا ایسے حافظ کو تراویح میں امام بنانے سے احتراز کیا جائے۔

(أحسن الفتاویٰ:۳/۲٦۲)

اختتام

arranged by:

Abu Zubair [inbox0313@yahoo.com]